23

# ہندوستانی لیڈر اپنی ہمسایہ قوم کو ایک انچ دینے کے لئے تیار نہیں

(فرمودہ20 جولائی1945ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گزشتہ دنوں ہندوستان کے سیاسی لیڈر شملہ میں جمع ہوئے اور پھر اپنی ناکامی کا اقرار کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔ جہاں تک اختلاف کا سوال ہے وہاں تک تو خیر ایک انسان معذور بھی خیال کیا جا سکتا ہے اور سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ بعض اصول کی پچ رکھنے کی وجہ سے اپنے مدمقابل سے صلح نہیں کر سکا گو خالی ان لوگوں کا بغیر کسی کامیابی کے پراگندہ ہو جانا بھی ایک تشویشناک امر تھا۔ اور ہندوستان کی بدقسمتی پر دلالت کرتا تھا کہ اس کے چوٹی کے لیڈر ایسے وقت میں جبکہ آزادی دروازے پر کھڑی تھی چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے آپس میں اتحاد نہ کر سکے اور ہندوستان بدستور غلامی کے گڑھے میں گر رہا۔ لیکن اس "صلح کانفرنس" کے بعد جس قسم کے اخلاق کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ اس ناکامی سے بھی زیادہ تکلیف دِہ ہے۔ اِس اِس رنگ میں ایک دوسرے کے خلاف پھبتیاں اُڑائی گئی ہیں، خصوصاً ہندو پریس نے مسٹر جناح اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ایسی باتیں کہی ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے آپس میں صلح اور محبت کے ساتھ مل بیٹھنا ایک ناممکن خیال معلوم ہوتا ہے۔

بعض مسلمان اخبارات نے بھی اِسی حربہ سے کام لیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے لئے ندامت اور شرمندگی کا سامان مہیا کیا ہے۔ مثلاً ایک اخبار گاندھی جی کا وہ لفظ جو ان کے نام کے ساتھ ہوتا ہے یعنی "مہاتما" اس کو بدل کر "مہا طمع" لکھتا ہے۔ یعنی بڑی طمع اور بڑی حرص۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان ہتھیاروں کے استعمال کے بعد آپس میں کسی سمجھوتہ پر پہنچ جانے کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے۔ ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ دلوں میں اختلاف کو جاری رکھنے کی خواہش پائی جاتی ہے۔ ورنہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس ناکامی کے بعد افسوس اور ندامت کی ایک ایسی رَو چل جاتی کہ ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ ہندوستان آزادی لینے کے لئے بے تاب نظر آتا ہے مگر بجائے اِس کے کہ اصل معاملہ کے متعلق کسی قسم کا افسوس دل میں پیدا ہوتا، بجائے اس کے کہ اصل معاملہ کے متعلق کسی قسم کی تکلیف دل میں پیدا ہوتی، بجائے اس کے کہ یہ احساس پیدا ہوتا کہ ہم کامیاب نہیں ہوئے اور اہم مقاصد کو اپنے سامنے رکھنے کی بجائے ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھ کر رہ گئے وہ ایک دوسرے پر گند اُچھالنے لگ گئے ہیں۔ اور اس طرح آئندہ کے لئے بھی اِس راستہ کو مسدود کر رہے ہیں۔

ملک کی یہ اخلاقی حالت جو ہندوؤں اور مسلمانوں نے دکھائی ہے نہایت افسوسناک ہے۔ مگر ایسے وقت میں ہم سوائے اِس کے کیا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے ملک کی اس مصیبت کو دور کرے۔ سب سے بڑی مصیبت تو اخلاق کی خرابی ہے۔ اور دوسری مصیبت یہ ہے کہ عظیم الشان مطالب کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے بھی لوگ اس قسم کی قربانیاں نہیں کرتے جس قسم کی قربانیاں انہیں کرنی چاہئیں۔ جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے اس اختلاف میں دونوں طرف سے متضاد باتیں پیش کی جاتی رہی ہیں۔ یعنی کانگرس اپنے مسلّمہ اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ باتیں نہیں کہہ سکتی تھی جو اس نے کہیں اور بعض باتیں جو مسلم لیگ نے اس موقع پر پیش کیں وہ بھی اصول کے خلاف تھیں۔ اسی طرح وہ دعویٰ جو درمیان میں وزیر اعظم پنجاب نے پیش کیا اس دعویٰ کو بھی وہ اپنے مسلّمہ اصول کے مطابق پیش نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تضاد بتاتا ہے کہ حقیقتاً ابھی تک سچی خواہش آزادی کی پیدا نہیں ہوئی۔ یا یہ بتاتا ہے

کہ ہر شخص کے ذہن کے پیچھے کوئی ایسی بات ہے کہ وہ سمجھتا ہے میں اپنے مخالف کے دعووں کو رد کرکے بھی اپنے مقصد کو حاصل کر سکوں گا مجھے صلح کی طرف اپنا قدم اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

میں نے جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے آئندہ زمانہ میں ایسے حالات پیش آنے والے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی تو الگ رہی جو کچھ حقوق اسے حاصل ہیں ان کے بھی کھوئے جانے کا امکان نظر آتا ہے۔ اور جہاں تک میں لیڈروں کی تقریروں سے سمجھا ہوں ان کو بھی یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ خطرات آنے والے ہیں مگر باوجود خطرات کا احساس رکھنے کے وہ اس بات کے لئے تیار نہیں کہ ایک انچ اپنی ہمسایہ قوم کو دے دیں۔ لیکن وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ سارا ملک غیر قوموں کے ہاتھ میں چلا جائے۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان نازک حالات میں زیادہ سے زیادہ دعاؤں سے کام لیں۔ جہاں تک سیاسیات کا تعلق ہے ہمیں ان سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں۔ مگر آنے والے واقعات صرف سیاست پر ہی اثر انداز نہیں ہوں گے بلکہ مذہب پر بھی اثر ڈالنے والے ہوں گے اس لئے ہمیں ان سیاسی معاملات سے جن سے براہ راست ہمارا کوئی تعلق نہیں صرف اس لئے دلچسپی ہے کہ ان کا اثر لَوٹ کر مذہب پر پڑنے والا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ خصوصیت سے اِن دنوں دعاؤں میں مشغول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عجز اور انکسار سے یہ عرض کرے کہ اے خدا! آنے والے خطرات کا مقابلہ کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ سیاسیات سے وابستہ ہیں۔ اور سیاسیات میں ہمارا دخل نہیں بلکہ اور لوگوں کا دخل ہے اور جن کا ان معاملات میں دخل ہے وہ کچھ ایسے سخت دل ہو گئے ہیں کہ عظیم الشان امور کو چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے قربان کر رہے ہیں۔ الٰہی! یا تو ان لوگوں کے دلوں کو تُو بدل دے یا پھر ان کی جگہ تُو دوسرے لیڈروں کو لا جو ملک کو امن اور صلح کی طرف لے جانے والے ہوں۔

اب صلح دو ہی طرح ہو سکتی ہے یا تو اس طرح صلح ہو سکتی ہے کہ دلوں کی صفائی ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسی توفیق عطا فرمائے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی بجائے

اہم مقاصد کو اپنے سامنے رکھیں اور اس بات کے لئے آمادہ ہو جائیں کہ ہم پیار اور محبت سے رہیں گے۔ اور یا پھر صلح اس طرح ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں لیڈری کی باگ ڈور ہے اللہ تعالیٰ ان کو بدل دے اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے جو صلح اور امن کے خواہاں ہوں اور اس اہم مقصد کے لئے وہ ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے تو ہمیں یہی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو جنہوں نے اپنے ملک کی ایک حد تک خدمت کی ہے توفیق عطا فرمائے کہ وہ صلح اور امن کی صورت پیدا کریں۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ملک کو آزادی سے محروم نہ کریں۔ لیکن اگر ان کے دلوں کی اصلاح نہ ہو تو ملک کی آزادی بہر حال مقدم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی مخفی گناہ کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اب ان کی اصلاح ناممکن ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ان کی بجائے ایسے لیڈر کھڑے کر دے جو خدا تعالیٰ کے کسی عذاب کے ماتحت نہ ہوں بلکہ ملک میں صلح اور امن پیدا کرنے کا موجب ہوں۔

اس کے بعد میں ایک مقامی بات کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ کچھ دن ہوئے میرے پاس ایک شکایت پہنچی ہے۔ غالباً دارالبرکات غربی کے خدام الاحمدیہ کی طرف سے ان کے صدر کے پاس ایک شکایت کی گئی جس کی ایک نقل شکایت کنندہ نے میرے پاس بھی بھیج دی ہے۔ وہ شکایت یہ ہے کہ خدام الاحمدیہ کے چندہ کے لئے جب نوجوان انصار اللہ کے پاس گئے تو انہوں نے نہ صرف چندہ دینے سے انکار کیا بلکہ قسم قسم کے طعنے بھی دیئے کہ تمہارا ہمارے ساتھ کیا واسطہ ہے۔ تم خدام ہو اور ہم انصار ہیں۔ تم خدام ہمارا کیا کام کرتے ہو کہ جس کے بدلہ میں ہم تمہیں چندہ دیں۔ اگر یہ رپورٹ درست ہے تو جہاں تک چندہ کا سوال ہے میں خدام سے یہ کہوں گا کہ ان کے لئے اِس بات پر بُرا منانے کی وجہ ہی کیا تھی۔ خدام سب کے سب اطفال تو نہیں ہیں۔ اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ میں فرق ہے۔ خدام الاحمدیہ سے مراد وہ تمام نوجوان ہیں جو پندرہ سے چالیس سال تک کی عمر کے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ چالیس سال کی عمر تک نوجوان بیکار نہیں رہتے۔ بالعموم اٹھارہ، انیس یا بیس سال کی عمر میں وہ کام پر لگ جاتے ہیں گویا 15 سال کی عمر سے خدام الاحمدیہ کی جماعت کے ممبر شروع ہوتے ہیں۔

بیس سال کی عمر تک وہ کسی نہ کسی کام پر لگ جاتے ہیں۔ اور 25سال تک وہ اس جماعت میں شامل رہتے ہیں۔ ان میں سے پانچواں حصہ ایسے خدام کا لیا جا سکتا ہے جو برسرِ کار نہیں۔ لیکن باقی 4/5 یعنی اسّی فیصدی حصہ ایسے نوجوانوں کا بھی ہے جو کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اگر تو خدام الاحمدیہ کی جماعت پندرہ سولہ یا سترہ اٹھارہ سال کے نوجوانوں پر مشتمل ہوتی تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم تو کماتے نہیں ہم اپنے لئے روپیہ کہاں سے لائیں۔ ہم نے تو بہر حال بڑوں سے مانگنا ہے۔ مگر جبکہ خدام الاحمدیہ کے ممبر وہ تمام نوجوان ہیں جو پندرہ سے چالیس سال تک کی عمر کے ہیں اور ان میں سے اسّی فیصدی نوجوان ایسے ہیں جو ملازمتیں رکھتے ہیں یا تجارتی کاروبار میں مصروف ہیں تو انہیں اپنے کاموں کے لئے دوسروں سے مانگنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی۔ اگر مرکزی دفاتر کے کارکنوں اور قادیان کے دکانداروں کو ہی دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں ان میں سینکڑوں کی تعداد ایسے لوگوں کی نکلے گی جو اپنی عمر کے لحاظ سے خدام الاحمدیہ میں شامل ہیں۔ اور جب اس کثرت کے ساتھ برسرکار افراد خدام الاحمدیہ کی تنظیم میں شامل ہیں تو میرے نزدیک نوجوانوں کو اپنا بوجھ خود اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ وہ انصار کے پاس جائیں اور اُن سے اپنے لئے چندہ مانگیں۔ ہر شخص کے اندر غیرت ہونی چاہیے اور ہر جماعت کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی ضروریات اپنے افراد کے ذریعہ پوری کرے۔ سوائے اس کے کہ کوئی ایسا کام پیش آجائے جس کا بوجھ وہ خود نہ اٹھا سکتی ہو اور جس کے لئے دوسروں کی امداد کے بغیر گزارہ نہ ہو ورنہ عام دفتری ضرورتوں کے لئے جو چندے کرنے پڑتے ہیں وہ بہر حال جماعت کی طاقت کے اندر ہوتے ہیں اور ان کو پورا کرنا ہر جماعت کا اپنا فرض ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ باوجود اِس کے کہ قادیان میں سے پندرہ سَو بلکہ اِس سے بھی کچھ زیادہ رنگروٹ (Recruit) باہر جا چکا ہے۔ اگر اب بھی گنا جائے تو قادیان میں نوجوانوں کی تعداد بہت کافی نکل آئے گی۔ اگر وہ معمولی رقوم بھی چندہ میں ادا نہ کر سکیں تو یہ ان کا اپنے منہ سے اپنی شکست کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس میرے نزدیک اول تو ان کو انصار اللہ کے پاس جانا ہی نہیں چاہیے۔ اور اگر گئے تھے تو ان کے انکار پر برا نہیں منانا چاہیے تھا۔ جو شخص اپنی حد سے آگے نکل جائے اسے لازماً اِس قسم کا تلخ جواب سننا پڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص

دوسرے کے پاس جائے اور اُسے کہے کہ اپنا مکان میرے لئے خالی کر دو اور وہ آگے سے انکار کر دے تو بجائے اِس کے کہ کوئی مکان والے کو ملامت کرے ہر شخص اِسی قسم کا مطالبہ کرنے والے سے کہے گا کہ تم گئے ہی کیوں تھے؟ اور کیوں تم نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ اپنا مکان خالی کر دو؟ اور اگر اُس نے انکار کر دیا ہے تو بہر حال برا منانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کا حق تھا کہ وہ تمہیں کہے کہ تم اپنے گھر بیٹھو میں تمہاری اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

پس میرے نزدیک انصاراللہ سے چندہ مانگ کر خدام الاحمدیہ نے غلطی کی۔ خدام الاحمدیہ کی جو عمر میں نے مقرر کی تھی وہ ایسی نہیں کہ ان کے پاس برسرکار نوجوانوں کی کمی ہو اور اس بات پر مجبور ہوں کہ چالیس سال سے بڑی عمر والوں سے بھی اپنی ضروریات کے لئے چندہ کا مطالبہ کریں۔ چالیس سال ایسی عمر ہے کہ جس میں ایک ملازم شخص اپنی ملازمت کی اکثر عمر گزار چکا ہوتا ہے۔ بیس سال کی عمر میں عموماً ملازمت اختیار کی جاتی ہے اور پچپن سال کی عمر میں پنشن ہو جاتی ہے۔ گویا ملازمت والی عمر میں سے بیس سال میں نے خدام الاحمدیہ کو دیئے ہیں اور پندرہ سال انصار کو دیئے ہیں۔ لوگوں کی بیس سالہ ملازمت سے خدام فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور لوگوں کی پندرہ سالہ ملازمت سے انصار فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جبکہ چالیس سال تک کی عمر کے تمام نوجوان خدام الاحمدیہ میں شامل ہیں اور جبکہ نوجوانوں کی بیس سالہ ملازمت سے وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس کے مقابل میں انصار کو عمر کا صرف وہ حصہ دیا گیا ہے جس میں وہ پندرہ سال تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اپنے اخراجات کے لئے انصار اللہ کے پاس جاتے اور اُن سے چندے کا مطالبہ کرتے۔ لیکن اگر وہ گئے ہی تھے تو انصار کا جواب بھی مجھے اُس کشمیری کا واقعہ یاد دلاتا ہے جو ہمارے ملک میں ایک مشہور مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ خدام الاحمدیہ کوہ قاف سے آنے والی پریوں کا نام نہیں۔ بلکہ خدام الاحمدیہ نام ہے ہمارے اپنے بچوں کا۔ اور خدام الاحمدیہ کے سپرد یہ کام ہے کہ وہ بچوں کو محنت کی عادت ڈالیں اور ان میں قومی روح پیدا کریں، ان کے سپرد یہ کام نہیں گو اخلاقاً یہ بھی ہونا چاہیئے کہ وہ بحیثیت خدام کے بھی لوکل انجمن کے ساتھ مل کر کام کریں کیونکہ خدام الاحمدیہ کا ہر ممبر مقامی انجمن کا بھی ممبر ہوتا ہے۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ خدام الاحمدیہ میں شامل ہونے کی وجہ سے

لوکل انجمن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ہر احمدی جو چالیس سال سے کم عمر کا ہے وہ خدام الاحمدیہ کا ممبر ہے۔ ہر احمدی جو چالیس سال سے اوپر ہے وہ انصار اللہ کا ممبر ہے۔ اور ہر احمدی جو چالیس سال سے نیچے یا چالیس سے اوپر ہے وہ مقامی انجمن کا بھی ممبر ہے۔ اس سے کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ پس خدام الاحمدیہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ مقامی کے ممبر نہیں ہیں یا انصار اللہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ مقامی کے ممبر نہیں ہیں۔ بلکہ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے مجموعے کا نام مقامی انجمن ہے۔ مثلاً لاہور کی انجمن ہے یا دہلی کی انجمن ہے۔ یا پشاور، گجرات اور سیالکوٹ کی انجمن ہے یا امرتسر کی انجمن ہے۔ ان انجمنوں کے کیا معنے ہیں؟ ان انجمنوں کے معنے یہ ہیں کہ فرداً فرداً ہر شخص جو چالیس سال سے کم عمر کا ہے وہ خدام الاحمدیہ میں شامل ہے اور فرداً فرداً ہر شخص جو چالیس سال سے زیادہ عمر کا ہے وہ انصار اللہ میں شامل ہے۔ مگر ان خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے مجموعے کا نام ہے جماعت احمدیہ لاہور یا جماعت احمدیہ دہلی یا جماعت احمدیہ پشاور یا جماعت احمدیہ گجرات یا جماعت احمدیہ سیالکوٹ یا جماعت احمدیہ امرتسر۔ پس میں تو سمجھ ہی نہیں سکا کہ اِس میں اختلاف کی کونسی بات ہے یا کس بناء پر خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ آپس میں اتحاد نہیں کر سکتے۔

خدام الاحمدیہ کے معنے صرف اتنے ہیں کہ وہ نوجوانوں کو آوارہ گردی سے بچائیں اور انہیں کام کی عادت ڈالیں۔ بے شک ان میں نقائص بھی ہیں مگر جہاں تک میرا تجربہ ہے اور جو روایتیں میں نے سُنی ہیں اُن کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ جو لوگ خدام الاحمدیہ میں صحیح طور پر شامل ہوتے ہیں ان میں کام کرنے کی عادت ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ ذاتی طور پر بھی مَیں نے دیکھا ہے کہ خدام الاحمدیہ میں جن نوجوانوں کو کام کرنے کا موقع ملا ہے وہ بہت زیادہ ذہین اور بہت زیادہ تجربہ کار ہو گئے ہیں اور اب بڑے بڑے کام ان کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔ مجھے ایک کارخانہ والوں نے بتایا کہ انہوں نے خدام الاحمدیہ کے ایک کارکن کو ملازم رکھا تو وہ کام کا اتنا عادی ثابت ہوا کہ نہ وہ رات کو رات سمجھتا اور نہ دن کو دن بلکہ دوسرے انسانوں سے علیحدہ معلوم ہوتا۔ یہی خدام الاحمدیہ کی غرض ہے کہ وہ نوجوانوں میں کام کرنے کی عادت پیدا کریں۔

پس یہ تو نہیں کہ دارالبرکات کے خدام کوہِ قاف سے آئے ہوئے ہیں جو دوسروں سے الگ ہیں اور یہ بھی نہیں کہ دارالبرکات کے خدام دارالفضل یا دارالرحمت سے آئے ہوئے ہوں کہ لوگ کہہ سکیں ہمیں ان سے کیا غرض ہے۔ پس وہ جنہوں نے کہا کہ ہم انصار کو تم خدام سے کیا غرض ہے اُنہیں سوچنا چاہیے تھا کہ خدام الاحمدیہ کوئی الگ چیز نہیں بلکہ خدام الاحمدیہ ان کے اپنے بیٹوں کا نام ہے۔ پس جب انہوں نے کہا کہ ہمیں خدام الاحمدیہ سے کیا غرض ہے تو دوسرے الفاظ میں انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں اس سے کیا غرض ہے کہ ہمارے بیٹے جیتے ہیں یا مرتے ہیں۔ مگر کیا کوئی بھی معقول انسان ایسی بات کر سکتا ہے؟ خدام الاحمدیہ کی جماعت تو صرف نوجوانوں کی اصلاح کے لئے قائم کی گئی ہے۔ ایسی صورت میں وہ کونسے ماں باپ ہیں جو یہ کہہ سکیں کہ ہم اپنے بیٹوں کی اصلاح ضروری نہیں سمجھتے، ہم نہیں چاہتے کہ ان میں قومی روح پیدا ہو، ہم نہیں چاہتے کہ ان میں کام کرنے کی عادت پیدا ہو، یا ہم نہیں چاہتے کہ ایک تنظیم میں شامل ہونے کی وجہ سے ان میں اطاعت کا مادہ پیدا ہو۔

میں نے بتایا ہے کہ مجھے انصار اللہ کے جواب پر ایک کشمیری کی مثال یاد آ گئی۔ کہتے ہیں ایک کشمیری پنجاب میں آیا، گرمی کا موسم تھا جیٹھ ہاڑ کے دن تھے کہ ایک دن وہ چلچلاتی دھوپ میں بیٹھ گیا۔ کوئی مسافر پاس سے گزرا تو اُس نے یہ دیکھ کر کہ ایسی سخت گرمی میں یہ شخص دھوپ میں بیٹھا ہے حالانکہ پاس ہی ایک دیوار کا سایہ موجود ہے کشمیری سے کہا کہ میاں کشمیری! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ تمہارے پاس ہی فلاں جگہ سایہ ہے اس کے نیچے بیٹھ جاؤ۔ کشمیری صاحب نے یہ سنتے ہی اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور کہا کہ اگر میں وہاں جا بیٹھوں تو تم مجھے کیا دو گے؟ یہی دارالبرکات کے انصار کا حال ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آؤ ہم تمہارے بیٹوں کی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔ انہوں نے جواب میں کہا تم ہمیں دیتے کیا ہو کہ ہم تمہیں چندہ دیں۔ یہ کہنا کہ خدام الاحمدیہ کیا کام کرتے ہیں؟ میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ جہاں تک میرا تجربہ ہے اِس وقت تک انصار نے بہت کم کام کیا لیکن خدام نے ان سے زیادہ کیا ہے۔ گو وہ اپنے کام کے لحاظ سے اُس حد تک نہیں پہنچے جس حد تک میں انہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔ مگر بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انصار نے خدام الاحمدیہ کی تنظیم اور ان کے کام کے

مقابلہ میں دس فیصدی کام بھی نہیں کیا۔ گو اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انصار کی تنظیم خدام کے کئی سال بعد شروع ہوئی ہے۔ میں نے ان کو بھی بار بار توجہ دلائی ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ انصار اللہ نے ابھی تک اپنے فرائض کو نہیں سمجھا۔ میں نے کہا تھا کہ چونکہ بوڑھے آدمی زیادہ کام نہیں کر سکتے اس لئے بڑی عمر والوں کے ساتھ ایسے سیکرٹری مقرر کر دینے چاہئیں جو اکتالیس یا بیالیس سال کے ہوں تا کہ ان کے کام میں بھی تیزی پیدا ہو۔ کچھ دن ہوئے میں نے انصار اللہ کے ایک ممبر سے پوچھا کہ میری اس تجویز کے بعد بھی انصار اللہ میں بیداری پیدا نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے بتایا کہ سیکرٹری تو مقرر کر دیئے گئے ہیں مگر ابھی ان کے سپرد کام نہیں کیا گیا۔ بہر حال انصار اللہ کا وجود اپنی جگہ نہایت ضروری ہے کیونکہ تجربہ جو قیمت رکھتا ہے وہ اپنی ذات میں بہت اہم ہوتی ہے۔ اسی طرح امنگ اور جوش جو قیمت رکھتا ہے وہ اپنی ذات میں بہت اہم ہوتی ہے۔ خدام الاحمدیہ نمائندے ہیں جوش اور امنگ کے اور انصاراللہ نمائندے ہیں تجربہ اور حکمت کے۔ اور جوش اور امنگ اور تجربہ اور حکمت کے بغیر کبھی کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پس مجھے تعجب ہے انصار اللہ کے اِس جواب پر اور مجھے تعجب ہے خدام الاحمدیہ کی اس کم ہمتی پر۔ اور میں حیران ہوں کہ وہ ان کے پاس مانگنے ہی کیوں گئے تھے اور اگر انہوں نے کچھ دینے سے انکار کیا تھا تو کیوں انہوں نے اس انکار کو خوشی سے برداشت نہ کر لیا اور سارے اخراجات کو اپنے اوپر نہ لے لیا۔ میں تو سمجھتا ہوں اگر وہ نوجوانوں سے اپنی ضروریات کے لئے ہزارہا روپیہ بھی جمع کرنا چاہیں تو آسانی سے جمع کر سکتے ہیں۔ اِس وقت ان کے سارے سال کا خرچ چار پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ نہیں ہو گا۔ کیا اتنی معمولی رقم بھی وہ جمع نہیں کر سکتے؟ میں تو سمجھتا ہوں اگر وہ صحیح طور پر کام کریں تو چوبیس پچیس ہزار روپیہ سالانہ بہ سہولت جمع کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان پر کوئی مشکل آئی بھی تھی تو انہیں ایسے لوگوں کو مخاطب کرنا چاہیے تھا جو بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ کام کرتے۔ اور اگر بِالفرض روپیہ کی کمی کی وجہ سے ان کے کام بالکل ہی رُک جاتے تب بھی ان کے لئے گلے اور شکوہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ بچے مصائب اور مشکلات کے وقت ہمیشہ اپنے ماں باپ کے پاس جاتے ہیں۔ اگر خدام الاحمدیہ جماعت کی حقیقت کو سمجھتے تو اگر ان کے جسمانی ماں باپ نے یہ کہہ دیا تھا

کہ ہمیں اپنے بچوں کی کوئی پروانہیں، ہم ان کی ضروریات کے لئے کوئی چندہ نہیں دے سکتے تو خدا نے اِس جماعت کو یتیم نہیں بنایا تھا وہ اپنے روحانی باپ کے پاس جاتے اور اسے کہتے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں رہا۔ اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ اپنے روحانی باپ کے پاس جاتے تو اس کی طرف سے انہیں وہ جواب نہ ملتا جو انہیں اپنے جسمانی ماں باپ سے ملا۔ وہ محبت اور پیار کے ساتھ تمہاری ضرورتوں کو پورا کرتا اور تمہیں یہ شکوہ پیدا نہ ہوتا کہ ہم اپنے کاموں کو کس طرح چلائیں یا اپنی ضروریات کو کس طرح پورا کریں۔ مجھے جہاں اس بات پر خوشی ہوتی ہے کہ خدام عمدہ سکیمیں تیار کرتے رہتے ہیں وہاں میں نے بارہا اس امر پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ خدام الاحمدیہ کو جتنا مشورہ مجھ سے لینا چاہیے اُتنا مشورہ وہ نہیں لیتے۔ اگر لیتے تو وہ زیادہ اچھا کام کرسکتے اور زیادہ عمدگی سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرسکتے۔

پس میں ایک دفعہ پھر جماعت کو مشترک طور پر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ چونکہ بعض دفعہ باہر بھی ایسے جھگڑے پیدا ہوئے ہیں اس لئے میں خدام کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ صرف خدام الاحمدیہ کے ممبر نہیں بلکہ مقامی جماعت کے بھی ممبر ہیں۔ خدام الاحمدیہ کا کام لوکل انجمن کے کام کے علاوہ زائد طور پر ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ پس مقامی انجمن کے جو عہدیدار ہوں خواہ وہ سیکرٹری ہوں یا پریذیڈنٹ ان کے احکام کی پیروی ہر خادم کے لئے ضروری ہے۔ البتہ کوئی سیکرٹری یا کوئی پریذیڈنٹ جماعتی طور پر خدام الاحمدیہ کو کسی کام کا حکم دینے کا مجاز نہیں۔ وہ فرداً فرداً تو انہیں کہہ سکتا ہے کہ آؤ اور فلاں کام کرو مگر لوکل انجمن کا پریذیڈنٹ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خدام کو بحیثیت خدام یہ کہے کہ آؤ اور فلاں کام کرو۔ اُس کو چاہیے کہ اگر خدام الاحمدیہ سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اُن کے زعیم کو مخاطب کرے اور کہے کہ مجھے فلاں کام کے لئے خدام کی مدد کی ضرورت ہے۔ اور زعیم کا فرض ہے کہ وہ لوکل انجمن کے پریذیڈنٹ کے احکام کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو خدام الاحمدیہ کو جماعت میں تفرقہ اور شقاق کا موجب بناتا ہے۔ اسی طرح انصار اللہ گو تنظیم کے لحاظ سے علیحدہ ہیں مگر بہر حال وہ لوکل انجمن کا ایک حصہ ہیں ان کو بھی کوئی پریذیڈنٹ بحیثیت جماعت حکم نہیں دے سکتا۔ ہاں فرداً فرداً وہ انصار اللہ کے ہر

ممبر کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتا ہے۔ اور انصار اللہ کا فرض ہے کہ وہ لوکل انجمن کے ہر پریذیڈنٹ کے ساتھ پورے طور پر تعاون کریں۔

بہرحال کوئی پریذیڈنٹ انصار اللہ کو بحیثیت انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کو بحیثیت خدام الاحمدیہ کسی کام کا حکم نہیں دے سکتا۔ وہ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ چونکہ تم احمدی ہو اس لئے آؤ اور فلاں کام کرو۔ مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ آؤ انصار! یہ کام کرو۔ یا آؤ خدام! یہ کام کرو۔ خدام کو خدام کا زعیم مخاطب کر سکتا ہے اور انصار کو انصار کا زعیم مخاطب کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ لوکل انجمن اِن دونوں پر مشتمل ہوتی ہے انصار بھی اس میں شامل ہوتے ہیں اور خدام بھی اس میں شامل ہوتے ہیں اس لئے گو وہ بحیثیت جماعت خدام اور انصار کو کوئی حکم نہ دے سکے مگر وہ ہر خادم اور انصار اللہ کے ہر ممبر کو ایک احمدی کی حیثیت سے بلا سکتا ہے اور خدام اور انصار دونوں کا فرض ہے کہ وہ اس کے احکام کی تعمیل کریں۔

میں حیران ہوں کہ جہاں باقی مقامات پر آرام سے کام چل رہا ہے وہاں قادیان میں کیوں اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہاں تو علاوہ محلّوں کی انجمنوں کے ایک لوکل انجمن بھی موجود ہے۔ اگر دارالبرکات کے انصار اپنے فرائض کو سمجھنے کے قابل نہیں تھے یا دارالبرکات کے جو خدام ہیں ان میں سے بعض کے ساتھ وہ صلح اور محبت سے کام نہیں کر سکتے تھے۔ تو پریذیڈنٹ کا فرض تھا کہ وہ اس جھگڑے کو دور کرتا۔ درحقیقت اگر ایسے مواقع پیش آجائیں تو اُس وقت بہترین طریق یہ ہوتا ہے کہ پریذیڈنٹ جھگڑے کو نپٹانے کی کوشش کرے۔ مثلاً جب قادیان کے ایک محلہ میں یہ جھگڑا پیدا ہو گیا تھا تو اُس وقت لوکل انجمن کے پریذیڈنٹ کا فرض تھا کہ اس جھگڑے کو دور کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ مقامی پریذیڈنٹ کو بھی بلاتا، انصار اور خدام کے زعماء کو بھی بلاتا۔ اور پھر اگر ضروری سمجھتا تو مرکز کو لکھ کر انصار اور خدام کا ایک ایک نمائندہ بلایا جاتا اور تحقیق کر کے فیصلہ کیا جاتا کہ قصور کس کا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ نہ قادیان کی لوکل انجمن نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا، نہ خدام نے اس جھگڑے کو دور کرنے کی ضرورت محسوس کی اور نہ انصار اللہ نے اس طرف کوئی توجہ کی۔ حالانکہ یہ جھگڑے اگر اِسی طرح بڑھتے چلے جائیں اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کا وجود جماعت میں دو نئ

جماعتیں پیدا کرنے کا موجب بن جائے تو یہ تنظیم بجائے انعام کے ہمارے لئے وبال بن جائے گی۔ اور بجائے اتحاد کو ترقی دینے کے ہم میں تفرقہ اور تنزل پیدا کر دے گی۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کو دو علیحدہ علیحدہ وجود نہیں بنایا گیا بلکہ ایک کام اور ایک مقصد کے لئے ان کے سپرد دو علیحدہ علیحدہ فرائض کئے گئے ہیں۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے گھر میں سے کسی کے سپرد خدمت کا کوئی کام کر دیا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ اُس کا کوئی مستقل وجود گھر میں پیدا ہو گیا ہے بلکہ وہ بھی جانتا ہے اور دوسرے لوگ بھی جانتے ہیں کہ وہ گھر کا ایک حصہ ہے۔ صرف کام کو عمدگی سے چلانے کے لئے اس کے سپرد کوئی ڈیوٹی کی گئی ہے۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں مقامی انجمن کے بازو ہیں۔ اور ہر شخص کو خواہ وہ خدام الاحمدیہ میں شامل ہو یا انصار اللہ میں اپنے آپ کو محلہ کی یا اپنے شہر کی یا اپنے ضلع کی انجمن کا ایک فرد سمجھنا چاہیے۔ اور بجائے اس کے ساتھ ٹکرانے کے صلح اور آشتی سے کام لینا چاہیے۔ میں نے بتایا ہے کہ جب اِس قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہو اُس وقت پریذیڈنٹ پر اختلاف کو دور کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ضلع میں جھگڑا ہو تو ضلع کے پریذیڈنٹ کا، شہر میں جھگڑا ہو تو شہر کے پریذیڈنٹ کا، محلہ میں جھگڑا ہو تو محلہ کے پریذیڈنٹ کا فرض ہے کہ وہ دونوں فریق کو جمع کرے اور ان کے شکوے سن کر باہمی اصلاح کی کوشش کرے۔ اور اگر اس سے اصلاح نہ ہو سکے تو وہ لوکل انجمن کے سامنے معاملہ رکھے۔ اور پھر لوکل انجمن کا فرض ہے کہ وہ لوکل مجلس انصار اللہ اور لوکل مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک ایک نمائندہ بلوائے اور اس طرح مل کر جھگڑے کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

درحقیقت ہماری غرض انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے قیام سے یہ ہے کہ جماعت کو ترقی حاصل ہو۔ یہ غرض نہیں کہ تفرقہ اور شقاق پیدا ہو۔ پس میرے نزدیک اس معاملہ میں خدام الاحمدیہ کی بھی غلطی ہے، انصار اللہ کی بھی غلطی ہے، لوکل انجمن کی بھی غلطی ہے اور اگر اس رنگ میں یہ معاملہ لوکل انصار اللہ تک پہنچ گیا تھا تو پھر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی بھی غلطی ہے کہ اس نے اس جھگڑے کو دور نہ کیا۔ آخر جب کوئی نہ کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ بغیر کسی سبب کے ہی جھگڑا پیدا ہو جائے۔ جب

کسی انسان کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے اندر ضرور کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ یا اس کی انتڑیوں میں نقص ہے یا معدہ میں نقص ہے یا جگر میں پھوڑا ہے یا پتہ میں پتھری ہے یا گُردہ میں پتھری ہے۔ بہر حال کوئی نہ کوئی پیٹ درد کی وجہ ہو گی۔ اِسی طرح جب لڑائی ہو جاتی ہے یا تفرقہ اور شقاق کی کوئی صورت رونما ہوتی ہے۔ تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہے۔ بعض دفعہ وہ بات اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ سننے والا حیران رہ جاتا ہے۔ مگر بہرحال چونکہ وجہ موجود ہوتی ہے اس لئے جب تک اس کا ازالہ نہ کیا جائے تفرقہ اور شقاق دور نہیں ہوتا۔

میری غرض انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو میں مکمل کر دوں۔ ایک دیوار انصار اللہ ہیں۔ دوسری دیوار خدام الاحمدیہ ہیں اور تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ ہیں اور چوتھی دیوار لجنات اماء اللہ ہیں۔ اگر یہ چاروں دیواریں ایک دوسری سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو یہ لازمی بات ہے کہ کوئی عمارت کھڑی نہیں ہو سکے گی۔ عمارت اُس وقت مکمل ہوتی ہے جب اُس کی چاروں دیواریں آپس میں جُڑی ہوئی ہوں۔ اگر وہ علیحدہ علیحدہ ہوں تو وہ چار دیواریں ایک دیوار جتنی قیمت بھی نہیں رکھتیں۔ کیونکہ اگر ایک دیوار ہو تو اُس کے ساتھ ستون کھڑا کر کے چھت ڈالی جا سکتی ہے لیکن اگر ہوں تو چار دیواریں لیکن چاروں علیحدہ علیحدہ کھڑی ہوں تو اُن پر چھت نہیں ڈالی جا سکے گی۔ اور اگر اپنی حماقت کی وجہ سے کوئی شخص چھت ڈالے گا تو وہ گر جائے گی کیونکہ کوئی دیوار کسی طرف ہو گی اور کوئی دیوار کسی طرف۔ ایسی حالت میں ایک دیوار کا ہونا زیادہ مفید ہوتا ہے بجائے اس کے کہ چار دیواریں ہوں اور چاروں علیحدہ علیحدہ ہوں۔

پس خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں اپنے آپ کو تفرقہ اور شقاق کا موجب نہیں بنانا چاہئے۔ اگر کسی حصہ میں شقاق پیدا ہوا تو خدا تعالیٰ کے سامنے تو وہ جوابدہ ہوں گے ہی۔ میرے سامنے بھی وہ جوابدہ ہوں گے یا جو بھی امام ہو گا اس کے سامنے انہیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ ہم نے یہ مواقع ثواب حاصل کرنے کے لئے مہیا کئے ہیں۔ اس لئے مہیا نہیں کئے کہ جماعت کو جو طاقت پہلے سے حاصل ہے اُس کو بھی ضائع کر دیا جائے۔"

(الفضل 30 جولائی 1945ء)